قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

شمارہ: 137 | جلد: 3 | 28 شوال 1442 ہجری قمری | جمعرات 10 جون 2021ء

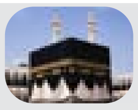

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۰﴾

(النور: 20)

ترجمہ:۔ یقیناً وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں جو ایمان لائے بے حیائی پھیل جائے اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

فرمان خلیفہ وقت

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کا یہ تصور پیش ہی نہیں کرسکتے۔ اگر پردہ پوشی کا یہ تصور ہوتا تو مثلاً عیسائیوں میں کفارے کا مسئلہ نہ ہوتا۔ اور اسی طرح آریوں میں جونوں کا تصور نہ ہوتا کہ سزا جزا کے لئے اس دنیا میں اَور اَور شکلوں میں آنا ضروری ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 126-127 ایڈیشن 1988ء)

پس اسلام ہی اللہ تعالیٰ کی ستاری کا یہ تصور پیش کرتا ہے جس کا اظہار اس دنیا میں بھی ہوتا ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ لیکن اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں لے لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ پردہ پوشی کو پسند فرمایا ہے اور بندے کو یہ کہہ کر بخش دیا کہ تمہاری میں نے اس دنیا میں بھی پردہ پوشی فرمائی تھی، یہاں بھی پردہ پوشی کرتے ہوئے بخش دیتا ہوں تو اس بات سے ہم بے لگام ہو جائیں کہ بُرے اور بھلے کی تمیز نہ رہے کیونکہ بخشے تو جانا ہی ہے، کیا فرق پڑتا ہے۔ برائیاں بھی کرلیں اور گناہ بھی کرلیں۔ جو چاہے کرتے پھریں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ مومنوں پر اللہ تعالیٰ کے پردے اس قدر ہیں کہ وہ شمار سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو، مومن کو اس کی پردہ پوشی فرمانے کے لئے پردوں میں لپیٹا ہوا ہے۔ ایک مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے پردے ایک ایک کرکے پھٹتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اگر وہ مستقل گناہ کرتا چلا جاتا ہے تو لکھا ہے کہ کوئی پردہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کو چھپاؤ تو وہ اپنے پروں سے اسے گھیر لیتے ہیں۔ یہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح ستاری فرما رہا ہے۔ لیکن اگر انسان اللہ تعالیٰ کے سلوک پر اپنی حالت کو بدلنے کی کوشش نہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ کیا سلوک فرماتا ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ فرشتوں کے اس بندے کو چھپانے کے بعد اگر وہ شخص توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اس کے پردوں کو جو اُٹھ گئے تھے واپس لوٹا دیتا ہے بلکہ ہر پردے کے عوض مزید نو (9) پردے عطا فرما دیتا ہے تاکہ اس کی بخشش کے سامان ہوتے رہیں۔ اس کی پردہ پوشی ہوتی رہے۔ لیکن اگر بندہ توبہ نہ کرے اور گناہوں میں ہی پڑا رہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم کس طرح اسے ڈھانپیں یہ تو اتنا بڑھ گیا ہے کہ یہ تو ہمیں بھی گندہ کر رہا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کہے گا کہ اسے الگ چھوڑ دو اور پھر اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر اس کے ہر عیب اور گناہ کو جو اس نے اندھیروں میں بھی کیا ہو ظاہر کر دیتا ہے۔

(کنز العمال کتاب الاخلاق قسم الاقوال تتبع العورات من الاکمال جلد 3 صفحہ 184 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

یعنی خدا تعالیٰ کی پردہ پوشی نہیں رہتی۔ پس ہر مومن کو ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کرنے والا بنائے تاکہ ہمیشہ اس کی ستّاری سے حصہ پاتے رہیں۔

(خطبہ جمعہ 27 مارچ 2009ء بحوالہ الاسلام)

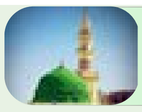

فرمانِ رسول ﷺ

پردہ پوشی کی اہمیت

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا، كَانَ كَمَنِ اسْتَحْيَا مَوْءُوْدَةً مِنْ قَبْرِهَا۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

جس نے کسی کی کمزوری دیکھی اور اس کی پردہ پوشی کی اس نے گویا کسی زندہ درگور لڑکی کو قبر سے نکالا اور اسے نئی زندگی بخشی۔

(السنن الکبری للنسائی کتاب الرجم باب الترغیب فی ستر العورۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

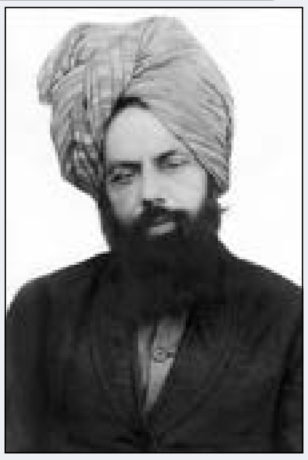

دوسروں پر عیب نہ لگاؤ

”ایک چھوٹی سی کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بادشاہ قرآن لکھا کرتا تھا۔ ایک مُلّاں نے کہا کہ یہ آیت غلط لکھی ہے۔ بادشاہ نے اُس وقت اس آیت پر دائرہ کھینچ دیا کہ اس کو کاٹ دیا جائے گا۔ جب وہ چلا گیا تو اس دائرہ کو کاٹ دیا۔ جب بادشاہ سے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا کہ دراصل وہ غلطی پر تھا مگر مَیں نے اس وقت دائرہ کھینچ دیا کہ اس کی دلجوئی ہو جاوے۔

یہ بڑی رعونت کی جڑ اور بیماری ہے کہ دوسرے کی خطا پکڑ کر اشتہار دے دیا جاوے۔ ایسے امور سے نفس خراب ہو جاتا ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ غرض یہ سب امور تقویٰ میں داخل ہیں اور اندرونی بیرونی امور میں تقویٰ سے کام لینے والا فرشتوں میں داخل کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں کوئی سرکشی باقی نہیں رہ جاتی۔ تقویٰ حاصل کرو کیونکہ تقویٰ کے بعد ہی خدا تعالیٰ کی برکتیں آتی ہیں۔ متقی دنیا کی بلاؤں سے بچایا جاتا ہے۔ خدا ان کا پردہ پوش ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ طریق اختیار نہ کیا جاوے کچھ فائدہ نہیں۔ ایسے لوگ میری بیعت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ فائدہ ہو بھی تو کس طرح جبکہ ایک ظلم تو اندر ہی رہا۔ اگر وہی جوش، رعونت، تکبر، عُجب، ریاکاری، سریع الغضب ہونا باقی ہے جو دوسروں میں بھی ہے تو پھر فرق ہی کیا ہے؟ سعید اگر ایک ہی ہو اور وہ سارے گاؤں میں ایک ہی ہو تو لوگ کرامت کی طرح اس سے متأثر ہوں گے۔ نیک انسان جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر نیکی اختیار کرتا ہے اس میں ایک ربّانی رعب ہوتا ہے اور دلوں میں پڑ جاتا ہے کہ یہ باخدا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے خدا تعالیٰ اپنی عظمت سے اس کو حصہ دیتا ہے اور یہی طریق نیک بختی کا ہے۔

پس یاد رکھو کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھائیوں کو دکھ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ جمیع اخلاق کے مُتمّم ہیں۔ اور اس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپؐ کے اخلاق کا قائم کیا ہے۔ اس وقت بھی اگر وہی درندگی رہی تو پھر سخت افسوس اور کم نصیبی ہے۔ پس دوسروں پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ بعض اوقات انسان دوسروں پر عیب لگا کر خود اس میں گرفتار ہو جاتا ہے اگر وہ عیب اس میں نہیں۔ لیکن اگر وہ عیب سچ مچ اس میں ہے تو اس کا معاملہ پھر خدا تعالیٰ سے ہے۔ بہت سے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے بھائیوں پر معاً ناپاک الزام لگا دیتے ہیں۔ ان باتوں سے پرہیز کرو۔ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاؤ اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی، ہمسایوں سے نیک سلوک کرو اور اپنے بھائیوں سے نیک معاشرت کرو اور سب سے پہلے شرک سے بچو کہ یہ تقویٰ کی ابتدائی اینٹ ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 571 تا 573 - ایڈیشن 1988ء)

اس شمارہ میں

- ہے دراز دستِ دُعا مرا جو ملے اِسے وہ تری عطا (منظوم)
- سورتوں کا تعارف
- تعارف صحابہ کرامؓ
- مختلف اقوام کے دو بزرگوں کی دلکش محبتوں کا نظارہ

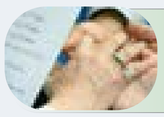

دربارِ خلافت

حضرت اقدس ؑ نے فرمایا۔ رات اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تیرا لنگر خانہ ناخن کی پشت برابر بھی منظور نہیں ہوا کیونکہ لنگر خانے میں رات کو ریا کیا گیا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر چوہدری عبدالعزیز صاحب احمدی پنشنر نوشہرہ ککے زئیاں لکھتے ہیں کہ دسمبر 1907ء کے سالانہ جلسے پر جو آخری جلسہ حضرت صاحب کی حیاتِ طیبہ کا تھا، مَیں حاضر ہوا تھا۔ نو بجے حضرت صاحب گھر سے اُن سیڑھیوں کے ذریعے نیچے تشریف لائے جو مسجد مبارک سے چھتی ہوئی گلی میں دفتر محاسب کے کونے کے عین مقابل اترتی ہیں۔ حضور دوسری سیڑھی پر کھڑے ہو گئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو خاص طور پر بلوا کر فرمایا کہ ’’رات جو مہمان دیر سے آئے ہیں اُن کو کھانا نہیں ملا اور وہ بالکل بھوکے رہے ہیں۔ اُن کی فریاد عرشِ معلّٰی تک پہنچی ہے۔‘‘ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضور درست ہے۔ واقعی اُن کو کھانا پہنچانے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ فرمایا ’’ایک کمیٹی چار پانچ آدمیوں کی بنائی جائے جو رات بھر مہمانوں کی آمد و رفت کی نگہداشت اور اُن کے کھانے کا بندوبست کرے تا کہ آئندہ دوستوں کو تکلیف نہ ہو۔‘‘

(از روایات حضرت چوہدری عبدالعزیز صاحب احمدیؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 3 صفحہ 217)

میاں اللہ دتہ صاحب ولد میاں خیر محمد صاحب سہرانی احمدی سکنہ بستی رِنداں ڈیرہ غازی خان کہتے ہیں کہ 1902ء یا 1903ء کا واقعہ ہے کہ مَیں قادیان شریف گیا۔ موقع عید کا تھا اور لنگر خانے میں لنگر چلا تو عام و خاص کی تجویز ہونے لگی۔ (لنگر چلا تو عام اور خاص کی تجویز ہونے لگی کہ یہ لوگ خاص مہمان ہیں یہ عام مہمان ہیں)۔ کھانے کی تقسیم کے لئے، تو میری نیت میں فرق آنے لگا۔ فوراً مجھے یہ بدظنی پیدا ہوئی کہ جو مہدی معہود ہو گا وہ حکماً عدل ہو گا مگر اس لنگر خانے میں رِیا ہونے لگا ہے، مساوات نہیں ہے۔ پھر صبح کو مسجد مبارک میں گیا تو حضرت مسیح موعود اذان سے پہلے تشریف لائے تو آتے ہی فرمایا: مولوی نورالدین صاحب کہاں ہیں؟ حضرت مولوی صاحب نے عرض کی کہ حضور! مَیں حاضر ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا رات اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تیرا لنگر خانہ ناخن کی پشت برابر بھی منظور نہیں ہوا کیونکہ لنگر خانے میں رات کو ریا کیا گیا ہے اور اب جو لنگر خانے میں کام کر رہے ہیں اُن کو علیحدہ کر کے قادیان سے چھ ماہ تک نکال دیں۔ (اتنی سختی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی کہ جنہوں نے مہمانوں کے درمیان امتیاز کیا تھا، اُن کو نہ صرف فارغ کرو کام سے بلکہ چھ ماہ کے لئے قادیان سے نکال دو) اور ایسے شخص مقرر کئے جائیں جو نیک فطرت ہوں اور صالح ہوں اور فرمایا کہ فجر کی روٹی (یعنی صبح کا کھانا جو ہے ناشتہ) میرے مکان کے نیچے چلایا جائے اور مَیں اور میاں محمود احمد اوپر سے دیکھیں گے۔

اِن کو جو بدظنی پیدا ہوئی تھی کہ یہ ریا ہونے لگ گیا ہے، کہتے ہیں مَیں نے فجر کی نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور استغفار پڑھی کہ مَیں نے بدگمانی کی، یا اللہ مجھے معاف کر دے۔ یہ کرامات حضرت اقدس کی مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔

(مأخوذ از روایات حضرت میاں اللہ دتہ صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 3 صفحہ 194، 195)

پس یہ بدظنیاں ہیں جو بعض دفعہ بہت دور لے جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت پر رکھنا چاہے اُس کے لئے فوراً وہ سامان پیدا کر دیتا ہے تا کہ بدظنیاں دور ہو جائیں، اس سے بچنا چاہئے اور انسان عمومی طور پر استغفار اگر کرتا رہے تو بدظنیوں سے بچتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص کی غلطی سے پوری انتظامیہ کو غلط قرار نہیں دینا چاہئے۔

پھر ایک روایت ہے جناب حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کے بارہ میں ہے۔ مولوی مہر دین شاگرد مولوی صاحب نے بیان کی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب مرزا صاحب نے براہینِ احمدیہ کتاب لکھی (مولوی صاحب نے ان کو بتایا، اِنہوں نے آگے یہ روایت لکھی ہے)۔ تو مَیں نے اس کتاب کو پڑھا تو مَیں نے خیال کیا کہ یہ شخص آئندہ کچھ ہونے والا ہے یعنی اس کو بڑا رُتبہ اور مقام ملنے والا ہے اس لئے مَیں اُن کو دیکھ آؤں۔ مَیں اُن کو دیکھنے کے لئے قادیان پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ آپ ہوشیار پور تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ بار بار آنا مشکل ہے اس لئے ہوشیار پور جا کر دیکھ آؤں۔ مَیں نے اُن کا پتہ پوچھا تو کسی نے بتلایا کہ اُن کی بہلی کے بیل سفید ہیں (بیل گاڑی جو ہے اُس کے بیل سفید ہیں) وہ اب واپس آ رہی ہو گی، آپ راستے میں سے پتہ پوچھ لیں۔ جب ہم دریا پر پہنچے تو ہماری کشتی نے بہلی والے کی کشتی سے کچھ فاصلے پر تھی اس لئے کچھ دریافت نہ کر سکا۔ جب مَیں ہوشیار پور پہنچا تو مرزا اسماعیل بیگ حضور کے ہمراہ بطور خادم تھے۔ حضور کو انگریزی میں الہام ہوا تھا، اُس کا ترجمہ کرانے کے لئے وہ جا رہے تھے کہ مجھے راستے میں ملے۔ مَیں نے اُن سے پوچھا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں اُنہوں نے کہا کہ شہر میں تلاش کر لیں، بتایا نہیں۔ معلوم نہیں حضرت صاحب نے منع کیا ہوا تھا یا کوئی اور بات تھی۔ آخر مَیں پوچھ کر آپ کے مکان پر پہنچا اور دستک دی۔ خادم آیا اور پوچھا کون ہے؟ مَیں

بقیہ صفحہ 7 پر

ہے درازِ دستِ دُعا مِرا جو ملے اِسے وہ تری عطا

ہے عبادتوں کی تو بات کیا کہ یہ اِک نصاب کی بات ہے
ہو شریک دَردِ جہان یہ بھی بڑے ثواب کی بات ہے
تری محفلوں میں تو واعظا کوئی دل سکون نہ پا سکا
کبھی تذکرہ ہے عذاب کا تو کبھی عتاب کی بات ہے
تجھے روشنی کی طلب ہے تو مرا شہر آ کے بھی دیکھ لے
کہیں چرچے ماہِ مبین کے کہیں آفتاب کی بات ہے
کبھی منزلوں کی تلاش ہے کبھی منزلوں پہ قیام ہے
وہ مرے شعور کی کاوشیں ہیں یہ میرے خواب کی بات ہے
ہے دراز دستِ دُعا مِرا جو ملے اِسے وہ تری عطا
یہ مِرے سوال کا ظرف ہے وہ ترے جواب کی بات ہے
ترے ہوتے درگہِ غیر سے مَیں اُمید حُسنِ عطا کروں
مِرے ساقیا! یہ مرے لئے تو بڑے حجاب کی بات ہے
یہ وہ مَے ہے پی کے جسے ملے مجھے آگہی بھی شعور بھی
جو تِری نظر سے چھلک رہی ہے یہ اُس شراب کی بات ہے
تو ہو سامنے بھی اگر کبھی تو نگاہِ شوق جُھکی رہے
تِری دید کی نہ مجال ہے نہ یہ میری تاب کی بات ہے
مجھے کیا پتہ مِری کیا ادا تِری بارگہ میں قبول ہو
کہ مِرے عمل کی پرکھ تو بس تِرے احتساب کی بات ہے
یہ کتابِ ذات ہے دوستو یونہی سرسری نہ اسے پڑھو
نہ سرِ ورق کی یہ دلکشی نہ یہ انتساب کی بات ہے
کوئی باب اس کا لہو لہو، کوئی باب اس کا حنا حنا
وہ جو خونِ دل سے رقم ہوئی ہے یہ اُس کتاب کی بات ہے
ہیں اُسی کے خامے کی سرخیاں کہ ورق ورق پہ بکھر گئیں
نہیں جس کا کوئی جواب یہ اُسی لاجواب کی بات ہے
انہی پردہ ہائے وجود میں وہ تجلیات نہاں ہوئیں
رُخِ یار سے جو نہ اُٹھ سکا یہ اسی نقاب کی بات ہے
جو کلی ہو دل کی کھلی ہوئی تو نظر نظر میں چمن کِھلیں
نہ بہار رُت کا ہے ذکر یاں نہ گُل و گلاب کی بات ہے
کرو سوز پیدا کچھ اس طرح کہ دلوں میں آگ دَہک اُٹھے
کہ دعاؤں کے تو معاملے فقط اضطراب کی بات ہے
جو نگاہ جُھک بھی گئی تو کیا، جو جُھکا یہ سَر بھی تو فائدہ؟
کہ ندامتوں کی حکائتیں دلِ آب آب کی بات ہے
جو وفا کا ذکر ہوا کبھی تو نگاہ آپ کی جُھک گئی
یہ گمان آپ کو کیوں ہوا کہ یہ آنجناب کی بات ہے
میں یقیں دلاؤں کیسے کوئی بات ایسی ہوئی نہیں
کہ ہر اک مقام پہ ہر جگہ تیرے اجتناب کی بات ہے
کوئی عمر ہو کوئی دَور ہو پہ دلوں میں جذبے جواں رہیں
مرا دل نہیں اسے مانتا کہ یہ بس شباب کی بات ہے
نہ تو ہست ہے نہ عدم مرا کروں مان خود پہ میں کس طرح
کہ مرے وجود کی بات تو یہی اک حُباب کی بات ہے
کبھی بات حُسنِ طلب کی ہے کبھی بات حُسنِ عطا کی ہے
کہیں قسمتوں کے ہیں فیصلے کہیں انتخاب کی بات ہے

صاحبزادی امۃ القدوس بیگم

(درازِ دستِ دعا مرا صفحہ 185-187)

مترجم: ابو سلطان

سورتوں کا تعارف

تعارف سورۃ القیامۃ (75 ویں سورۃ (مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 41 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب)
ایڈیشن 2003ء

وقت نزول اور سیاق و سباق اور مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کا عنوان القیامۃ رکھا گیا ہے کیونکہ اس کا مضمون قیامت کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ یہ بھی جمہور رائے کے مطابق ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے کیونکہ مکی سورتیں بالعموم توحید باری تعالیٰ، قیامت اور وحی و الہام کے مضامین کو بیان کرتی ہیں۔

سابقہ سورۃ کے اختتام پر اس بات کا پر زور طریق پر بیان ہوا تھا کہ وہ لوگ جو قرآنی پیغام کو مانتے ہیں وہ ایک بلند و بالا مرتبہ حاصل کریں گے اور طاقتور اقوام کی صف میں عزت اور مرتبت پائیں گے۔ موجودہ سورۃ کا آغاز قیامت کے بیان سے ہوا ہے جو اس طرف واضح اشارہ ہے کہ ایک بڑا اخلاقی انقلاب ایک عرب جیسی قوم میں برپا ہونے والا ہے جو اخلاقی پسماندگی والی قوم ہے اور یہ قرآن کی عظیم المرتبت تعلیمات اور صحبت صالحین اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ برپا ہو گا۔

اس سورۃ کا آغاز اس پر تحدی بیان سے ہوا ہے کہ قیامت کا برپا ہونا لازماً ہو گا اور انسان کی روحانی پاک تبدیلی کو اس قیامت کبریٰ کے لئے بطور دلیل کے پیش کیا گیا ہے۔ مزید ثبوت کے طور پر نفس لوامہ کی قسم کھائی گئی ہے (یعنی خود کو ملامت کرنے والا نفس) جو انسان کی اخلاقی نشو نما کے لئے پہلا درجہ ہے۔ پھر کئی بار دہرایا جانے والا مضمون جو کفار کی زبانی قرآن میں بیان ہوا ہے کہ جب وہ مر جائیں گے اور خاک آلود ہو جائیں گے تو آخر کس طرح انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ اس سورۃ میں اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دلوں کے راز سے خوب واقف ہیں کہ انسان کا گناہ کبھی بغیر سزا کے نہیں رہتا اس لئے ضرور ایک دن آئے گا جب انہیں اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

پھر قرآن کریم کا اکٹھا کیا جانا اور الٰہی حفاظت جو اس کے متن کی قیامت تک ہو گی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کو بھی قیامت کی دلیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے جیسا کہ جملہ الٰہی صحیفوں میں صرف قرآن کریم ایسی الٰہی کتاب ہے جس نے قیامت کے برپا ہونے کے مضمون پر ایسی زور دار روشنی ڈالی ہے۔ پھر ایک مختصر مگر واضح بیان انسان کی موت کی تکلیف کے بارے میں ہے اور یہ بھی کہ انسان کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس (موت) سے بچ جائے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ موت کے وقت خوف طاری ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے دل میں اس بات کا خوف پایا جاتا ہے کہ اسے اپنے اعمال پر جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اپنے اختتام پر یہ سورۃ کفار کو نصیحت کرتی ہے کہ انسان کو بغیر کسی (اعلیٰ) مقصد کے پیدا نہیں کیا گیا اور یہ کہ اس مقصد کے حصول میں ناکام رہا تو اس پر اسے جواب دینا پڑے گا۔ کفار کو مزید بتایا گیا ہے کہ انسان کی جسمانی نشو و نما نطفہ سے شروع ہو کر ایک کامل انسان کے طور پر ہوتی ہے جسے غیر معمولی صلاحیتیں اور طاقتیں عطا ہوتی ہیں جو ایک ناقابل تردید دلیل ہے کہ انسان کی زندگی ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے عطا کی گئی ہے اور یہ کہ اس کا خاتمہ محض روح کے قفس عنصری سے پرواز کرنے سے نہیں ہو گا (بلکہ اگلے جہان میں اپنے اعمال پر جوابدہ ہونا پڑے گا)۔

تعارف سورۃ الدھر (76 ویں سورۃ (مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 32 آیات ہیں)

وقت نزول، سیاق و سباق اور مضامین کا خلاصہ

یہ سورۃ اپنی سابقہ سورۃ (القیامۃ) کی طرح ابتدائی مکی دور کی ہے۔

اس سورۃ کا ایک نام الانسان بھی ہے۔ سابقہ سورۃ کے اختتام پر یہ بیان کیا گیا تھا کہ انسان کی پیدائش ایک حقیر نطفہ سے شروع ہو کر ایک کامل انسان کی صورت پر مکمل ہوئی ہے جسے غیر معمولی قدرتی طاقتوں سے نوازا جاتا ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ انسان کی زندگی کا ایک خدائی مقصد ہے اور یہ بھی کہ وہ خدا جس نے انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے وہ یہ طاقت رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے ایک نئی زندگی عطا کرے۔ موجودہ سورۃ میں اس مضمون کی تفصیل بیان کی گئی ہے کہ انسان کو ایسی عظیم الشان قدرتی صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں تا کہ وہ روحانی بلندیوں کی رفعت کو حاصل کر سکے۔ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں انسان کو اس کی حقیر پیدائش کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ بھی کہ انسان کو عقل اور سمجھ کی صلاحیت عطا کی گئی ہے تا کہ خدا کے نبیوں کے ذریعہ جو راستہ اسے دکھایا جائے وہ (اپنی عقل سے) فائدہ اٹھاتے ہوئے روحانی ترقی کرے اور یوں اپنے مقصد پیدائش کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن جب الٰہی مربی (نبی) انسان کو خدا کی طرف راہنمائی کرنے آتے ہیں تو ان میں سے بعض خدا کے پیغام کو جھٹلاتے ہیں اور اس کے غضب کو بھڑکاتے ہیں، جبکہ بعض دوسرے جو زیادہ سعادت مند ہوتے ہیں وہ خدا کے پیغام پر کان دھرتے ہیں اور الٰہی انعامات کے وارث بنتے ہیں۔ پھر اس سورۃ میں الٰہی انعامات کا ذکر کیا گیا ہے جو اس دنیا اور آخرت میں مومنوں کو دیے جائیں گے اور اس سزا کا بھی تفصیلی ذکر ہے جو کفار کو الٰہی پیغام کو جھٹلانے کی وجہ سے یہاں اور آخرت میں ملے گی۔

اس سورۃ کا اختتام موزوں طور پر خدا کے اس پر زور بیان پر ہوا ہے کہ خدا نے قرآن کریم انسان کو ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے نازل کیا ہے، وہ راستہ جو خدا تک پہنچاتا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے لیکن انسان اس وقت تک اس سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنی رضا کو خدا کی رضا کے تابع نہ کر دے۔

تعارف سورۃ المرسلٰت (77 ویں سورۃ (مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 51 آیات ہیں)

وقت نزول اور سیاق و سباق

نوڈکے اور میور نے اس سورۃ کا وقت نزول موزوں طور پر نبوت کے چوتھے سال میں بیان کیا ہے۔ دیگر ابتدائی مکی سورتوں کی طرح یہ سورۃ بھی قیامت کے مضمون کو بیان کرتی ہے اور اس کے ثبوت کی دلیل کے طور پر اس روحانی انقلاب کو پیش کرتی ہے جو الٰہی پیغمبروں کی وجہ سے ان کی قوموں میں برپا ہوتا ہے، خاص طور پر وہ عظیم اخلاقی تبدیلی جو آپ ﷺ نے ایک ان پڑھ اور غیر مہذب (قوم) عربوں میں پیدا کی۔ نبیوں کے مبعوث ہونے کا موازنہ اس سورۃ میں قیامت کے دن سے کیا گیا ہے جب برے لوگوں کو نیک لوگوں سے الگ کیا جائے گا اور ایک خوبصورت تشبیہ یوں بیان کی گئی ہے کہ جیسے بیج سے بھوسہ الگ کر دیا جاتا ہے۔

اس فیصلے کے دن مجرموں کو سزا ملے گی اور مومنوں کو انکے نیک اعمال کے بدلے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ اس سورۃ میں نہایت موزوں اور مناسب طریق پر سزا کا بیان ہوا ہے جو مجرموں کے بد اعمال کے عین مطابق ہے، جو قیامت کے بعد الٰہی قوانین کے باغیوں اور انکار کرنے والوں کو ملے گی اور ان نعماء جنت اور افضال کا بھی ذکر ہے جو ان لوگوں کو نصیب ہوں گی جو اپنی زندگیاں خدا کے بتائے ہوئے قوانین کے عین مطابق گزاریں گے۔ قیامت کے برپا ہونے کی دلیل کے طور پر یہ سورۃ یوں بھی اشارہ کرتی ہے کہ جس طرح ایک حقیر نطفہ ایک کامل انسان بنتا ہے جو غیر معمولی قدرتی صلاحیتوں کا حامل ہوتا ہے اور اپنی ذات میں تخلیق کا ایک شاہکار ہے (اسی طرح اسے ان صلاحیتوں کے استعمال پر جوابدہ ہونا پڑے گا)۔

اپنے اختتام پر یہ سورۃ کفار کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتی ہے کہ نہایت غیر موزوں طور پر انہوں نے قرآنی وحی کو جھٹلایا ہے جو کہ نہایت مدلل طور پر (الٰہی) کلام ثابت ہو چکا ہے اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ انسان اپنی تخلیق پر غور کرے اور ان طاقتوں پر جو دنیاوی اور روحانی دنیا میں کارگر ہیں جو اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ حیات بعد الموت یقیناً ہے اور ہونی چاہیئے، جہاں انسان کو اپنے اعمال پر جوابدہ ہونا پڑے گا۔

غلام مصباح بلوچ ۔ کینیڈا

تعارف صحابہ کرامؓ

حضرت ذوالفقار علی خان گوہر رامپوری رضی اللہ عنہ

حضرت ذوالفقار علی خان گوہر صاحب رضی اللہ عنہ ولد مکرم عبدالعلی خان صاحب اگست 1869ء میں رامپور ضلع مراد آباد (یوپی۔ انڈیا) میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان ریاست رامپور میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھا، نواب کلب علی خان صاحب کے زمانہ میں ریاست کے اکثر کام اسی خاندان کے ہی سپرد تھے۔ آپ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، آپ برصغیر ہندو پاک کے مشہور سیاسی لیڈر مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر (المعروف بہ علی برادران) کے بڑے بھائی تھے۔

تعلیم کے ساتھ ابتدائی عمر میں ہی آپ کو لکھنے لکھانے اور شعر کہنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا، 1884ء سے ہی اخبارات میں مضامین اور ناولوں کے ترجمے کیا کرتے تھے، آپ کے اس ذوق کی وجہ سے ہی ایک وکیل کنج بہاری لال صاحب نے اپنے اخبار ''نسیم ہند'' کی تمام تر ذمہ داری آپ کو سونپ دی، اس اخبار کی تیاری کے لیے بعض دیگر اخبارات کی خبروں اور اقتباسات کو دیکھنا ہوتا تھا جو دفتر میں آتے تھے، انھی اخبارات میں ''ریاض الاخبار'' گورکھپور بھی تھا۔ 1888ء میں اسی 'ریاض الاخبار' میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خط بنام الیگزنڈر رسل ویب سفیر امریکہ مقیم فلپائن پڑھا جس کے مطالعہ کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ ''اس کے تسخیر کرنے والے، دل پر چوٹ لگانے والے مضامین نے مبہوت و محو کر لیا۔''

اس سے قبل آپ زمانہ ظہور امام مہدی کے متعلق سن چکے تھے چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ 1884ء میں جب کہ میں سکول میں پڑھتا تھا، ایک رات کو تاروں کے ٹوٹنے کا غیر معمولی نظارہ دیکھنے میں آیا، رات کے ایک لمبے حصہ میں تارے ٹوٹتے رہے اور اس کثرت سے ٹوٹے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ تیروں کی بارش ہو رہی ہے۔ ایک حصہ تاروں کا ٹوٹ کر ایک طرف جاتا اور دوسرا دوسری طرف۔ اور ایسا نظر آتا کہ گویا فضا میں تاروں کی ایک جنگ جاری ہے۔۔۔ اپنے پیر و مرشد قبلہ علامہ مولوی ارشاد حسین صاحب (سے ذکر کیا) تو انھوں نے فرمایا کہ ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام ہو گیا ہے، یہ اسی کی علامت ہے۔

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ چہارم روایت نمبر 1001۔ نظارت نشر و اشاعت قادیان۔ اگست 2008ء)

بعد ازاں جب آپ نے ملازمت شروع کی تو ملازمت کے دوران سلسلہ احمدیہ کے ایک مخلص بزرگ حضرت مولوی تفضل حسین صاحب رضی اللہ عنہ (بیعت: اپریل 1889ء۔ وفات: 3/نومبر 1904ء) سے ملاقات ہوئی جن کی پاکیزہ صحبت نے آپ پر بہت اثر کیا، انھوں نے ہی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف ازالہ اوہام دی جس کے مطالعہ سے تسکین ہوئی اور بالآخر 1900ء میں بیعت کا خط لکھ دیا اور 1904ء میں پہلی مرتبہ بمقام گورداسپور حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت کی۔ اپنی بیعت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

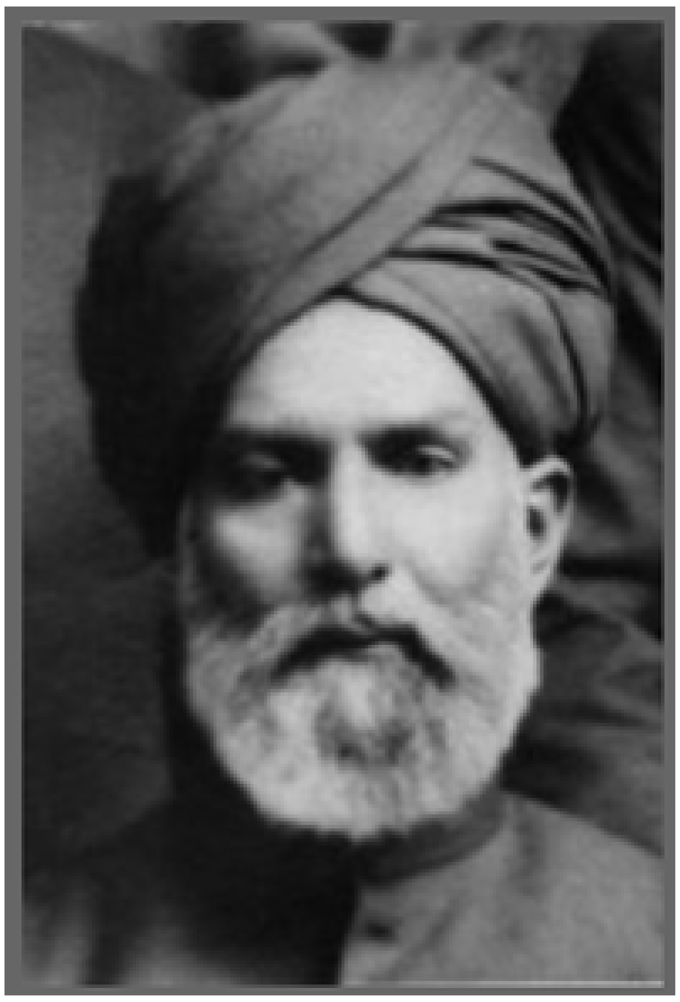

حضرت ذوالفقار علی خان گوہر رامپوری رضی اللہ عنہ

''..... حضرت تفضل حسین صاحب رضی اللہ عنہ سے ملاقات۔ ایک سادہ مزاج انسان، لباس صاف مگر سادہ، سانولا رنگ، چھریرہ جسم متین چہرہ تشریف لائے، ایڈیٹر صاحب ''البشیر'' نے مجھ سے ان کا تعارف مستہزانہ لب ولہجہ میں کرایا ''آپ قادیانی ہیں تفضل حسین صاحب شکوہ آباد ضلع مین پوری میں تحصیلدار ہیں''۔ میں پہلے تو معمولی طریق سے کھڑے ہو کر مصافحہ کر کے خاموش بے تعلق سا بیٹھ گیا تھا مگر اس تعارف کے بعد میں کھڑا ہوا اور پھر نہایت ادب سے مصافحہ کیا اور عرض کیا ''حضرت مرزا صاحب کا احترام میرے دل میں کافی ہے، عین سعادت ہے کہ آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایڈیٹر صاحب کا چہرہ حیرت کی تصویر تھا، منہ کھلا ہوا اور لب خشک، مجھے گھبرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے.... مولوی تفضل حسین صاحب مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ حضرت کے بہت پرانے صحابی تھے اور ان کا عشق سلسلہ کے ساتھ مجنونانہ رنگ رکھتا تھا، حضرت اقدس علی گڑھ ان کی وجہ سے تشریف فرما ہوئے تھے جو اس زمانہ میں کم نظر آتا تھا بہت ہی محبت سے مجھ سے ملے اور فرمایا میرا گھر اسی شہر میں ہے کوئی شے درکار ہو تو منگوا لیا کرنا، وہ وقت گذر گیا پھر ان سے ملاقات عرصہ تک نہ ہو سکی۔

دوبارہ ملاقات: 1900ء میں اکتوبر میں تار پر حکم پہنچنے پر بھونگاؤں تحصیل میں نائب تحصیلدار ہو کر تین ماہ کے لیے گیا، تحصیلدار مولوی تفضل حسین صاحب تھے ہم دونوں کو جو خوشی حاصل ہوئی وہ ہر احمدی اندازہ کر سکتا ہے۔ تحصیل بہت بڑی تھی بارہ تحصیلوں سے حدود ملتے۔ تین سال میں 6 ماہ کے لیے دو تحصیلدار دو نائب تحصیلدار رہتے تھے اب صرف ہم دو تھے ان کے پاس مقدمات کی یہ کثرت تھی کہ ساٹھ ساٹھ فیصلے روزانہ لکھ کر سنا دیتے تھے تحصیل کا سارا کام مجھ پر چھوڑ دیا تھا میں نے خدا کے فضل سے تین ماہ میں مالگذاری سب بے باق کرا دی اور تمام عملے کا معائنہ کر کے ان کو درست کر دیا رشوت کا بازار سرد پڑ گیا.... میری مدت نومبر کے آخیر میں ختم ہوتی تھی مگر تحصیل میں چارج لیتے ہی بعد وقت کچہری تحصیلدار صاحب مرحوم نے ازالہ اوہام مجھے دیا اور کہا کہ ہمیں پڑھ کر سناؤ میں ان کے مردانہ نشست میں رہتا تھا کیونکہ تنہا تھا میرے لیے جو مکان تھا اُسے میں نے استعمال نہیں کیا، ازالہ اوہام دو تین دن میں ختم کر دی یہ پہلی تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی جو میری نظر سے گذری..... ازالہ اوہام کے مطالعہ نے تسکین کر دی اور بیعت کا سوال دل میں فوراً پیدا ہو گیا میں نے استخارہ کیا..... اب میں نے قصبہ بھوگاؤں میں تبلیغ شروع کر دی شرفائے قصبہ کہنے لگے کہ تحصیلدار صاحب کے ماتحت لوگ محض ان کے خوش رکھنے کے لیے عقیدت بدل لیتے ہیں بعد میں پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں اور ایک حکیم صاحب کی نظیر بھی پیش کی جو اٹاوہ کے تھے اور بعد میں فرخ آباد جا کر سلسلہ کے مخالف ہو گئے، میں نے اس کے جواب مناسب دیے لیکن میں نے ایسا محسوس کیا کہ یہ اثر ان پر غالب ہے، استدلال کا جواب وہ کبھی نہ دے سکے بعض لوگ متاثر تھے..... ایک دن تحصیلدار صاحب (مراد حضرت تفضل حسین صاحب۔ ناقل) مرحوم و مغفور نے فرمایا کہ بیعت کا خط کیوں نہیں بھیج دیتے ہو میں نے کہا کہ میں تو بیعت کر چکا ہوں مبلغ بنا ہوا ہوں رسمی خط ابھی نہیں بھیجا ہے۔ کسی مصلحت سے فرمایا یہ تو نفاق ہے مجھے اس لفظ سے بہت تکلیف ہوئی میں نے کہا کہ آپ اپنے عہدہ سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں میری حالت کو نفاق سے اگر کوئی دوسرا تعبیر کرتا تو بہت سخت جواب پاتا یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا اسباب ان کی مردانہ نشست سے اٹھا کر اپنے مکان میں رکھ لیا دوسرے دن صبح ہی کو انھوں نے معذرت کا پرچہ لکھا اور معافی کی خواہش کی میں نے ان کے محسن ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے ادب و احترام سابق کو پیش کیا وہ میرے پاس فوراً آ گئے اور زبانی عذر کرنے لگے میں نے وجہ عدم تحریر خط بیعت ہنوز ان سے مخفی رکھی۔ میں نے اسی شب میں کہ صبح اس تحصیل کو چھوڑ رہا تھا ایک چو ورقہ خط اپنے مفصل حال کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا اور عرض کیا کہ میرا ایمان ہے کہ حضور کا دعویٰ برحق اور صحیح ہے.... حضور اقدس علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام نے قبولیت بیعت کا اظہار فرمایا..... یہ خط لکھ کر مولوی صاحب مرحوم کو جو ے میل کے فاصلہ پر مصروف تحقیقات سرکاری تھے، دے دیا اور عرض کیا کہ اس نے بیعت کو بدنام ہونے سے بچانا تھا.... یہ بیعت کا پروانہ آغاز دسمبر 1900ء میں ملا تھا 1904ء میں گورداسپور دوران مقدمہ کرم دین میں حضور علیہ السلام کی دست بوسی اور زیارت نصیب ہوئی.....''

(الحکم 7 اکتوبر 1934ء صفحہ 11,12)

آپ کی بیعت کا اندراج اخبار الحکم میں یوں درج ہے:

''بیعت...... ذوالفقار علی صاحب رام پور قائمقام نائب تحصیلدار بھونگاؤں ضلع مین پوری''

(الحکم 10 دسمبر 1900ء صفحہ 6 کالم 3)

آپ اپنی ملازمت کے سلسلے میں تقریباً 1902ء میں تبادلہ ہو کر میرٹھ آئے اور کچھ سال میرٹھ میں گزارے۔ 1904ء میں آپ اپنی دسمبر کی تعطیلات میں میرٹھ سے قادیان حاضر ہوئے۔ اخبار بدر آپ کی آمد کے بارے میں لکھتا ہے:

’’میرے مکرم دوست خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب نائب تحصیلدار میرٹھ جو کہ دسمبر کی تعطیلات میں تشریف لائے ہوئے تھے ان کی زبانی یہ خبر سن کر کمال خوشی ہوئی کہ آپ نے گورداسپور میں حضرت اقدس سے ملاقات کرنے کے بعد واپس جاکر میرٹھ میں باقاعدہ انجمن قائم کی اور ایک امدادی چندہ کھولا جس میں ایک معقول رقم جمع رہا کرے گی اور جس کے ذریعہ سے وقتی اور فوری ضرورتیں خاص انجمن کی سرانجام دی جاویں گی اور نیز یہ کہ قادیانی ضرورتوں کے متعلق اگر کسی فوری امداد کی ضرورت ہوا کرے گی تو اس کا ایک حصہ ارسال کیا جاسکے گا۔ جہاں تک ہم دیکھتے ہیں یہ بہت عمدہ تجویز ہے..... کیا اچھا ہو کہ دوسرے مقام کی احمدی جماعتیں بھی اس طرح باقاعدہ انتظام چندوں وغیرہ کا رکھیں۔‘‘

(بدر یکم جنوری 1905ء صفحہ 11 کالم 1)

حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب رضی اللہ عنہ نہایت ہی مخلص اور فدائی وجود تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام اور سلسلہ احمدیہ سے آپ کو والہانہ محبت تھی۔ جہاں حضور علیہ السلام کی تحریکات اور سلسلہ کی ضروریات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا جذبہ تھا وہاں خود بھی اس سلسلہ کی تعمیر و ترقی کے لیے سوچتے رہتے اور اپنی تجاویز دیگر احمدی احباب تک پہنچاتے رہتے۔ سلسلہ احمدیہ کے لیے آپ کے دل میں ایک غیرت تھی جس کا اظہار ساری زندگی آپ کی طرف سے ہوتا رہا۔ جب جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور جناب مولوی محمد علی صاحب نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت بڑھانے کے لیے ایک غیر احمدی ایڈیٹر کی تجویز سے موافق ہونے کا خیال کیا کہ اس رسالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نکال دیا جائے تو جہاں دیگر احمدی احباب نے اس ظلم کو برداشت نہ کرنے کا اظہار کیا وہاں حضرت خان صاحبؓ نے بھی ریویو آف ریلیجنز میں اس غیر احمدی شراکت پر اپنی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے ایک دردمندانہ مضمون لکھا۔ اس مضمون کے کچھ حصے پیش خدمت ہیں:

’’..... ان تمام امور پر کامل غور کرنے کے بعد بھی میں طیار نہیں ہوں کہ بحیثیت احمدی ہونے کے اس رائے کو مان لوں جب تک خود حضرت امام علیہ السلام قطعی منظوری نہ دیں۔ ریویو ہمارا پرچہ ہے۔ ہم خدا کے دین کے انصار ہیں۔ ہماری جانیں، دولتیں اس کام کے لیے حاضر ہیں.....

..... صابون مصالح لگا کر کسی تالاب میں کپڑے کو ڈال دو۔ چھ مہینے تک پڑا رہ کر گل تو جائے گا مگر صاف نہ ہو گا۔ صاف کرنے کے لیے غسال کی ضرورت ہے۔ جب مُزَکّی کے ذکر کو آپ اس حصہ سے علیحدہ رکھنا چاہتے ہیں جو بلادِ غیر میں جاوے گا تو پھر کیا فائدہ اسلام کو پہنچا؟ .....

میں امید کرتا ہوں کہ میرے بھائی خواجہ کمال الدین صاحب اس پر غور کریں گے اور پبلک احمدی کی تسکین کے لیے کچھ مزید تجویز سوچیں ورنہ یہ ظلم ہے کہ ہم سے توقع کی جائے کہ ہم اپنے آقا سے دور رہ کر خوش رہ سکیں۔ 25 سال سے ہم کو وابستگی سکھائی جا رہی ہے۔ اب ہم سے کہا جاتا ہے دور باش۔ میں سچ کہتا ہوں کہ موت زیادہ اچھی ہے اس سے کہ ہم مسیح موعودؑ کے ذکر کو اپنے سے دور کر دیں.....‘‘

(بدر 16 مارچ 1906ء صفحہ 8،7)

ایک مرتبہ ایک صاحب نیاز احمد میرٹھی نے ماہنامہ ’’عصر جدید‘‘ میرٹھ میں چھپنے والے ایک مضمون ’’پیری مریدی‘‘ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بعض جملے کسے۔ چنانچہ حضرت خان صاحبؓ نے احمدیت کے لیے غیرت کے جذبے میں فوراً اس کا جواب ’’کھلی چٹھی بنام نیاز احمد صاحب میرٹھی‘‘ نامی مضمون میں دیا۔

(بدر 26 اپریل 1906ء صفحہ 7،6)

اس سے چند ماہ قبل آپ نے اسی رسالہ ’’عصر جدید‘‘ ماہ اگست میں ایڈیٹر خواجہ غلام الثقلین صاحب کے ایک مخالفانہ مضمون کا بھی اخبار الحکم میں پانچ صفحاتی کافی شافی جواب دیا۔

(الحکم 17/اکتوبر 1905ء صفحہ 8-4)

اسی طرح آپ نے لنگر خانہ کے مصارف کے متعلق ایک مضمون میں اپنے آٹھ روپے ماہوار اس مد میں وعدہ کا ذکر کر کے احمدی جماعت کو دل کھول کر اس میں حصہ ڈالنے کی اپیل کی اور لکھا:

’’امید ہے کہ قوم اپنے حوصلہ سے پورا کام لے کر امام معصوم علیہ السلام کی رُوح کو راحت پہنچا کر ابدی راحتوں کا خزانہ اللہ تعالیٰ سے لے گی۔‘‘

(بدر 15 نومبر 1906ء صفحہ 5،6)

1908ء کے اوائل میں آپ کی تعیناتی ریاست رامپور میں محکمہ آبکاری پر بعہدہ سپرنٹنڈنٹ ہوئی جہاں آپ کے مراسم والیٔ ریاست جناب نواب سید حامد علی خان صاحب (1875ء تا 1930ء) کے ساتھ ہوئے۔ اس تعلق کی وجہ سے نواب صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی حضور علیہ السلام سے کچھ دلچسپی پیدا ہوئی (گو کہ حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد نواب صاحب کا رویہ بدل گیا)۔ نواب آف رامپور کے حوالے سے حضرت اقدس علیہ السلام کا آپ کے نام ایک خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از لاہور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط مجھ کو لاہور میں ملا۔ میری طبیعت علیل تھی اور میرے گھر کے لوگوں کی طبیعت مجھ سے زیادہ علیل ہو گئی تھی اس لئے تبدیل آب وہوا کے لئے ہم لاہور میں آ گئے۔ صاحبزادہ افتخار احمد کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ وہ نواب صاحب اور آپ کے خط کی رسید بھیج دیں یعنی اب آپ کے خط کے جواب میں خواجہ کمال الدین صاحب کو کہا تھا کہ تار بھیج دیں مگر اب میں نے مناسب سمجھا کہ خود آپ کو اس بات سے اطلاع دوں کہ اب تو میں بیمار ہوں اور اگر میں بیمار بھی نہ ہوتا تب بھی اس بات کو پسند نہ کرتا کہ دہلی جیسے شہر میں جس کا میں پہلے تجربہ کر چکا ہوں، جاؤں اور اس جگہ نواب صاحب کی ملاقات کروں۔ شاید آپ کو معلوم نہیں ہو گا کہ ایک دفعہ میرے جانے پر عوام نے شور برپا کیا تھا اور ہزارہا جاہلوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ قریب تھا کہ کسی کو قتل کر دیتے۔ سو اگرچہ میں ان کی پروا نہیں کرتا مگر ایسی شور انگیز جگہ پر میں مناسب نہیں دیکھتا کہ نواب صاحب کی ملاقات ہو بلکہ میرے دل میں ایک خیال آیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ یہ کہ جب تک خدا تعالیٰ نواب صاحب کی نسبت اور ان کی بہبودیٔ دین و دنیا کے متعلق وہ خدائے قادر کوئی میری دعا قبول نہ کرے اور اس سے مجھ کو اطلاع نہ دے تب تک نہ ملاقات ضروری ہے اور نہ باہم خط و کتابت کی کچھ حاجت ہے۔ اور اگر جناب الٰہی میں میری کچھ عزت ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعا قبول کر کے کوئی امر ظاہر کرے گا جو بطور نشان کے ہو گا اور انسان میں سچا اتحاد اور سچا تعلق تبھی پیدا ہو سکتا ہے کہ جب وہ خدا کی طرف سے کچھ دیکھ بھی لے ورنہ صرف حسن ظن کس کام کا ہے۔ اس کو معدوم کرنے والے بہت پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسا کہ آپ بار بار لکھتے ہیں نواب صاحب شریف اور سعید اور نیک فطرت انسان ہیں مگر پھر بھی وہ عالم الغیب تو نہیں۔ انسان کثرت رائے سے متاثر بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ قرار دیا ہے اور اپنے ذمہ عہد کر لیا ہے کہ موسم گرما کے نکلنے کے بعد جس میں اکثر میری طبیعت خراب رہتی ہے، نواب صاحب کی بہبودیٔ دارَین کے لئے ایک خاص توجہ کروں گا اور بعض وجوہ سے میں مناسب دیکھتا ہوں، جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت تک کہ میں توجہ کروں اور اس سے اطلاع بھی دیا جاؤں، سلسلہ خط و کتابت باہمی کا قطعاً بند رہے اور نہ ملاقات کا کوئی ارادہ ہو اور نہ نواب صاحب کی طرف سے میرا کچھ ذکر ہو، مجھ کو قطعاً فراموش کر دیں۔ اور اگر کوئی سب و شتم یا استہزا سے پیش آئے اور کہے کہ اس کے جواب سے بھی درگذر کی جائے اور جیسا کہ مَیں نے عہد کیا ہے اگر سردی کے موسم تک میری زندگی ہوئی یا گرمی کے ایام میں ہی خدا نے مجھے طاقت دے دی تو میں انشاء اللہ العزیز اس عہد کو پورا کروں گا اور نواب صاحب نے جو اپنے اخلاص و محبت سے کچھ بھیجنے کا ارادہ کیا ہے، یہ ان کے اخلاص اور محبت کا نشان ہے اور میں شکریہ کرتا ہوں مگر میرے نزدیک یہ بھی مصلحت کے برخلاف کیا۔

(الفضل 26 اکتوبر 1943ء صفحہ 3)

اس خط کے 26 دنوں بعد حضرت اقدس علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ بہرحال آپؓ نواب صاحب رامپور کے جلیسوں میں سے تھے اور احمدیت کا ذکر گاہے بگاہے ہوتا رہتا تھا۔ خلافت اولیٰ کے زمانہ میں ہی نواب صاحب رامپور نے آپؓ کو کربلائے معلی اور نجف کی طرف بھجوایا تاکہ آپ راستے کے حالات وغیرہ کی معلومات لے کر آئیں کیونکہ نواب صاحب خود ان مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؓ ایک طویل سفر کے بعد 3 اگست 1913ء کو واپس تشریف لائے۔

(پیغام صلح 5 اگست 1913ء صفحہ 4 کالم 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان و ایقان کے متعلق آپؓ کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ خلافت کے متعلق ایمان میں بھی وہی مضبوطی اور اخلاص تھا اسی وجہ سے خلافت ثانیہ کے قیام کے موقع پر آپ نے کسی تردّد کے بغیر فوراً بیعت کر لی اور اپنا بیعت نامہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھجواتے ہوئے لکھا:

’’اس غم جان فرسا میں اگر کچھ تسکین ہے تو یہ ہے کہ آپ کے دست مقدس و مبارک پر بیعت کرتا ہوں۔ اگر ساری جماعت آپ کو چھوڑ دیتی تو تب بھی الحمد للہ یہ عاجز بیعت کرتا۔ مولوی محمد علی صاحب کو میری رائے میں کچھ شکوک ہیں۔ وہ خود بھی غور کریں گے تو اپنی رائے کی غلطی کو محسوس کریں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں صدر انجمن تھی پھر جانشینی کیا معنیٰ! وہی جانشینی خلیفۃ المسیح کے عہد میں رہی وہی عہد ثانی میں رہے گی۔‘‘

(الفضل 21/مارچ 1914ء صفحہ 5)

پھر تا دمِ حیات آپ خلافت کے ساتھ نہایت اخلاص و وفا اور اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ وابستہ رہے۔ جماعت احمدیہ کی ترقی میں

ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ 1918ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ انفلوئنزا کے شدید حملہ کی وجہ سے تشویشناک حالت تک علیل ہوگئے تو اکتوبر 1918ء میں اپنی وصیت بھی لکھ دی جس میں اپنے بعد انتخاب خلافت کے لیے گیارہ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد فرمادی جس میں حضرت ذوالفقار علی خان صاحبؓ بھی شامل تھے۔

(ماخوذ از بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 211)

یہی وہ سال تھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کو وقف زندگی کی تحریک فرمائی تو حضرت خان صاحبؓ نے بھی زندگی وقف کرکے قادیان ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ آپ 1920ء کے اواخر میں مستقل طور پر ہجرت کرکے قادیان آگئے۔ قادیان میں آپ نے ایڈیشنل سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، ناظر امور عامہ اور ناظر اعلیٰ اور سیکرٹری بیرونی تبلیغی مشن تحریک جدید وغیرہ جیسے اہم عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کو کئی اہم مواقع پر اعلیٰ سطح کے جماعتی وفود میں شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کتاب ’’تحفہ شہزادہ ویلز‘‘ جب پرنس آف ویلز کو تحفۃً دی گئی تو اس کے جواب میں پرنس آف ویلز کے چیف سیکرٹری GFD Montmorency نے حضرت خان صاحبؓ ایڈیشنل سیکرٹری جماعت احمدیہ کے نام شکریہ کا خط لکھا۔

(الفضل 6/مارچ 1922ء صفحہ 1، 2)

1924ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ یورپ جانے والے رفقاء میں آپ کو بھی شامل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ 1930ء میں ریاست رامپور کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو جماعتی خدمات سے سبکدوش کرکے ریاست رامپور جانے کا ارشاد فرمایا۔ رامپور میں تقریباً پانچ سال کام کرنے کے بعد آپ دوبارہ قادیان حاضر ہوگئے۔

حضرت گوہر صاحبؓ شعائر اسلام کا نہایت احترام رکھتے تھے اور ان کی پابندی کا بھی ہر دم خیال رکھتے تھے۔ دینی شعائر کے استہزاء کے موقع پر عدم برداشت کا اظہار بھی آپ جرأت کے ساتھ کیا کرتے تھے اور اپنی غیرت ایمانی اور جوش دینی کا ثبوت دیتے۔ اس کی ایک مثال کا ذکر ہندوستان کے مشہور اخبار نویس جناب عبدالماجد دریابادی صاحب نے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

’’مئی 1928ء کا ذکر ہے کہ مولانا محمد علی کی منجھلی صاحبزادی کا عقد دہلی میں تھا۔ اس تقریب میں یہ بھی آئے ہوئے تھے۔ ایک روز دوپہر کی تنہائی میں دو معزز مہمانوں نے مسائل اسلامی پر کچھ طنز و تمسخر شروع کیا (دونوں بیرسٹر تھے) اور لا مذہب نہیں بلکہ اچھے خاصے مسلمان اور ایک صاحب ماشاءاللہ ابھی موجود ہیں۔ مخاطب ’’سچ‘‘ (سابق صدق) کا ایڈیٹر تھا لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ بھی بول سکے ایک اور صاحب نے جو اس وسیع کمرے کے کسی گوشے میں لیٹے ہوئے تھے کڑک کر ایک ایک اعتراض کا جواب دینا شروع کردیا اور وہ جوابات اتنے کافی بلکہ شافی نکلے کہ مخاطب اصلی کو بولنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ یہ نصرت اسلام میں تقریر کر ڈالنے والے بھی ذوالفقار علی خان تھے۔ اس جوش دینی و حرارت ایمانی رکھنے والے سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی اور رأفت کا معاملہ فرمائیں اور اس کی لغزشوں کو سرے سے درگذر فرمائیں۔‘‘

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 18۔ خلافت ثانیہ کا پندرھواں سال)

جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا ہے کہ آپؓ نظم و نثر میں نہایت عمدہ لکھنے والے تھے۔ سلسلہ کے لٹریچر میں آپ کے لکھے گئے مضامین موجود ہیں۔ شعر بھی بہت خوبصورت کہتے تھے۔ شاعری میں داغ دہلوی کی شاگردی بھی پائی۔ جماعتی اخبارات کے علاوہ برصغیر کے دیگر اخبارات و رسائل میں بھی آپ کا کلام شائع ہوتا، مثلاً معروف رسالہ ماہنامہ ’’مخزن‘‘ لاہور میں آپ کی خوبصورت نظم ’’رخصت شباب‘‘ شائع ہوئی:

الفراق اے صحبت بزمِ نشاط
اب نہیں دل میں وہ جوش انبساط
وہ جوانی کی اُمنگیں اب کہاں
وہ محبت کی ترنگیں اب کہاں
ہو نہ جس میں فکر کچھ انجام کا
وہ شبابِ وقت پھر کس کام کا

(ماہنامہ ’’مخزن‘‘ لاہور مئی 1904ء صفحہ 49-47)

اسی مخزن رسالے میں 1904ء میں آپ کی ایک نظم جو آپ نے اپنے بیٹے مکرم عبدالرحمٰن ظفر صاحب کی وفات پر لکھی، شائع شدہ ہے۔ جماعتی لٹریچر میں خاص طور پر اخبار الفضل آپ کی نظموں سے مزین ہے۔ آپ کا مجموعہ کلام ’’کلام گوہر‘‘ کے نام سے طبع شدہ ہے۔

حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رضی اللہ عنہ نے 26 فروری 1954ء بمقام لاہور وفات پائی اور بوجہ موصی (وصیت نمبر 75) ہونے کے بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں دفن ہوئے۔ آپ نے چار شادیاں کیں۔ 1905ء میں آپ کی پہلی بیوی محترمہ نایاب بیگم صاحبہ (یہ شادی 1884ء میں ہوئی) نے میرٹھ میں وفات پائی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعزیت نامہ لکھوایا:

’’صبر کریں، موت کا سلسلہ دنیا میں لگا ہوا ہے، صبر کے ساتھ اجر ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 302)

اس اہلیہ سے آپ کے پانچ بچے تھے جن میں حضرت حاجی ممتاز علی خان صاحب درویش قادیان (وفات: 1954ء) مکرم ہادی علی خان صاحب، مکرم عبداللہ رضا علی خان صاحب، مکرم عبدالرحمٰن ظفر خان صاحب، مکرم محمد یحیٰ خان صاحب۔

دوسری بیوی محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ (وفات: 1907ء) تھیں۔ ان سے اولاد میں مکرم محمد عیسیٰ خان صاحب، مکرم محمد اسماعیل خان صاحب اور محترمہ امۃ اللہ سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ کرنل اوصاف علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ تھیں۔

تیسری بیوی حضرت کلثوم کبریٰ صاحبہؓ (وفات: 31 دسمبر 1929ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) تھیں جن سے تین بچے مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب، محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم مولانا حکیم خلیل احمد مونگھیری صاحب اور مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب مبلغ سلسلہ و ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ تھے۔

آپؓ کی چوتھی بیوی محترمہ کلثوم صغریٰ صاحبہ (وفات: 12 ستمبر 1960ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) تھیں جن سے اولاد میں مکرم عبدالمنان صاحب، مکرمہ زلیخا بانو صاحبہ، مکرمہ زکیہ بیگم صاحبہ، مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ، مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ، مکرم صادق علی خان صاحب، مکرمہ صدیقہ بیگم صاحبہ، مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ، مکرم محمد اسحاق خان صاحب، مکرم عبدالرحمان خان صاحب، مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اور مکرمہ راضیہ بیگم صاحبہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے آپ کی اولاد دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اور سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ خلافت کے ساتھ وابستگی اور خدمتِ دین کا جذبہ آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی قائم رکھے اور ہمیں بھی ان صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَّاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ

(جامع ترمذی اَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بَاب فِی الْعَفْوِ وَالْعَافِیَۃِ حدیث: 3599)

ترجمہ: اے اللہ! جو علم تو نے مجھے سکھایا ہے اس کے ذریعے مجھے نفع پہنچا۔ اور مجھے ایسا علم سکھا جو مجھے نفع پہنچائے۔ اور مجھے علم میں بڑھا۔ تمام تعریفیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میں آگ والوں کے حال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

یہ پیارے آقا سید و مولیٰ، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نفع بخش علم کی دعا ہے۔

حضرت معاویہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور ترقی دینا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ علم حاصل کرو۔ علم حاصل کرنے کے لئے وقار اور سکینت کو اپناؤ۔ اور جس سے علم سیکھو اس کی تعظیم و تکریم کرو اور ادب سے پیش آؤ۔

(الترغیب والترھیب صفحہ 1 باب 78 بحوالہ الطبرانی)

مرسلہ: مریم رحمٰن

نصیر احمد بدر

مختلف اقوام کے دو بزرگوں کی دلکش محبتوں کا نظارہ اور احمدیت کا پلیٹ فارم

6 اکتوبر 2020ء کے شمارے میں مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب کے متعلق مکرم محمد انیس صاحب دیالگڑھی آف جرمنی کا لکھا ہوا مضمون نظر سے گزرا تو معاً مجھے وہ واقعہ یاد آگیا جو نہایت دلکش اور دو مختلف اقوام (چینی اور جرمن) کے چوٹی کے علماء اور سلسلہ کے بزرگوں کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

میری مراد جرمنی کے احمدی سکالر مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب اور چین کے مبلغ مکرم محمد عثمان چینی صاحب ہیں جو اُن دنوں پاکستان آئے ہوئے تھے اور تحریک جدید کے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

عصر کے بعد سورج ڈھل رہا تھا اور شام کے دھندلکے سائے چھارہے تھے۔ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ مکرم چینی صاحب سے ملنے کے لئے گیسٹ ہاؤس گیا ہوا تھا۔ جونہی ہم تینوں گیسٹ ہاؤس سے باہر نکلے تو مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب سامنے سے آ رہے تھے۔ مکرم محمد عثمان چینی صاحب نے دیکھا تو آگے بڑھ کر ان سے سلام لیا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر یوں بغل گیر ہوئے جیسے صدیوں پرانے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں۔ جماعت کے ان دونوں بزرگوں کا اس طرح پیار سے ملنا ایک عجیب سماں پیدا کر رہا تھا۔ محبت اور خوشی کے آنسو دونوں بزرگان کی آنکھوں سے ٹپکنے لگے اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ان کی محبت جوانوں کی طرح شعلہ زن تھی۔

ان کی پیار بھری باتیں سن کر اور سچی محبت کی ادائیں دیکھ کر میری آنکھوں میں بھی آنسو امڈ آئے اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیا یہ حقیقی بھائی ہیں جو ایک ماں جنے ہیں یا دو مختلف اقوام کے، مختلف زبانیں بولنے والے اور مختلف علاقوں میں رہنے والے اجنبی ہیں جو احمدیت کی آغوش میں آکر سگے بھائیوں سے بھی زیادہ محبت کے سفیر بن گئے ہیں اور یہ دونوں بزرگ ''محبت سب کے لئے'' کی ایک زندہ مثال ہیں۔ یہی وہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ مؤمنین کے دلوں میں پیدا کرتا ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں ہے۔

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ (انفال: 64)

کہ اس (اللہ) نے ان کے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ اگر تُو وہ سب کچھ خرچ کر دیتا جو زمین میں ہے تب بھی تُو ان کے دلوں کو آپس میں باندھ نہیں سکتا تھا۔

جب ان دونوں بزرگوں کی محبت وپیار کی باتیں جاری تھیں تو مکرم ہیوبش صاحب نے اپنے چینی بھائی سے میرے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو مکرم چینی صاحب نے بتایا کہ یہ ہمارے مربی صاحب ہیں جنہوں نے سکالر شپ پر چین سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس پر مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، مبارکباد دی اور ازراہ تفنن کہنے لگے کہ میں بھی سکالر ہوں اور شِپ پر آیا ہوں۔

اگرچہ اس واقعہ پر سالوں بیت گئے لیکن میں آج بھی اس دلکش اور حسین لمحوں کو یاد کرتا ہوں تو جہاں ان احمدیت کے دونوں پروانوں کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں وہاں یہ بھی سوچتا ہوں کہ بلاشبہ یہ محبت ثبوت ہے قرآن کریم کی سچائی کا، کہ اگر سچے دل سے ایمان لائیں تو اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں دلوں میں سچی محبت پیدا کر دیتا ہے اور آج یہ محبت دو احمدی دلوں میں نمایاں نظر آتی ہے جو ان کے ایمان پر بھی گواہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کی بھی ایک زبردست دلیل ہے۔ اگر آپؑ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو آپ کے ماننے والوں کے دلوں میں اس طرح کی محبت ہرگز نہ ہوتی۔ خدا تعالیٰ نے جو محبت احمدیوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اس کے نمونے ساری دنیا میں نظر آتے ہیں جو عملی طور پر احمدیت کی صداقت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔

آج مشرق کو مغرب سے نفرت ہے اور شمال کو جنوب سے، ایک ملک کے باشندے دوسرے ملک کے باشندوں سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ نفرتیں لسانی بھی ہیں اور مذہبی بھی۔ ایک دوسرے کے عقائد اور کلچر کو بھی ایک دوسرے سے دُوریوں کا ذریعہ بنایا جارہا ہے اور رنگ اور نسل کو بھی نفرتوں کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہے۔

آج نفرتوں سے بھری دنیا میں محبتوں کے دیپ جلتے دیکھنے ہوں تو آئیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت میں دیکھیں، اگر کسی نے اَلْحُبُّ لِلّٰہ کے نظارے دیکھنے ہوں تو احمدیت کی آغوش میں آکر نظر آئیں گے اور اگر پیار کا حظ اٹھانا ہو تو خلافت کی بابرکت جھولی میں بیٹھ کر اٹھا سکتے ہیں اور اپنے خالق ومالک سے محبت کرکے اس کی مخلوق سے بھی حقیقی محبت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہی امید کی ایک کرن ہے جس کی روشنی سے ہم نے ساری دنیا کو منور کرنا ہے۔ یہی وہ پلیٹ فارم ہے جس پر قدم رکھنے سے ''محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں'' کی گونج سنائی دیتی ہے۔ یہاں پہنچ کر اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ کی صدائیں بلند ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ اس جگہ مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کی حدود وقیود ختم ہوتی ہیں اور رنگ ونسل کا فرق دم توڑنے لگتا ہے اور سب لوگ ایک امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر محبت والفت کی زنجیر میں جکڑے نظر آتے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ محبت دنیا میں پھیلتی چلی جائے اور ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے لاکھوں کروڑوں دل ایک ساتھ دھڑکنے لگیں۔ آمین

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

نے کہا برہان الدین جہلم سے حضرت مرزا صاحب کو ملنے کے لئے آیا ہے۔ اُس نے کہا کہ ٹھہرو مَیں اجازت لے لوں۔ جب وہ پوچھنے گیا تو مجھے اُسی وقت فارسی میں الہام ہوا کہ جہاں تم نے پہنچنا تھا، پہنچ گیا ہے۔ اب یہاں سے نہیں ہٹنا۔ خادم کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی مجھے فرصت نہیں ہے اُن کو کہہ دیں کہ پھر آئیں۔ خادم نے جب یہ مجھے بتلایا تو مَیں نے کہا کہ میرا گھر دور ہے مَیں یہاں ہی بیٹھتا ہوں جب فرصت ملے گی، تب ہی سہی۔ (جب حضرت مسیح موعود کو فرصت ہو گی تب مل لوں گا۔) جب خادم یہ کہنے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت صاحب کو الہام ہوا کہ مہمان آوے تو مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ اس پر حضرت صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ جلدی سے دروازہ کھول دو۔ میں جب حاضر ہوا تو حضورؑ بہت خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور فرمایا کہ ابھی مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مجھے فارسی میں یہ الہام ہوا ہے کہ اس جگہ سے جانا نہیں۔

(ماخوذ از روایات حضرت مولوی مہر دین صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 3 صفحہ 222 تا 224)

اور اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو بیعت میں آنے کے بعد بہت بڑا مقام عطا فرمایا۔

حضرت مستری اللہ دتہ صاحب ولد صدر دین صاحب سکنہ بھانبڑی ضلع گورداسپور کہتے ہیں کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا دوست اگر تمہارے پاس آیا کرے تو اس کی خاطر تواضع کیا کرو۔ ذمہ دار مہمان قادیان میں آگئے تھے، گرمیوں کے دن تھے اُس وقت صبح آٹھ بجے کا وقت ہو گا۔ حضرت صاحب نے باورچی سے پوچھا کچھ کھانا اِن کو کھلایا جائے۔ باورچی نے کہا کہ حضور! رات کی بچی ہوئی باسی روٹیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا کچھ حرج نہیں لے آؤ۔ یعنی جب بھی کوئی دوست آئیں، اُن کو کھانا کھلایا کرو۔ روٹیاں اگر فوری تیار نہیں ہو سکتیں وہی باسی لے آؤ۔ چنانچہ باسی روٹیاں لائی گئیں۔ حضور نے بھی کھائیں اور ہم سب مہمانان نے بھی کھالیں۔ غالباً وہ مہمان قادیان سے واپس اپنے گاؤں اٹھوال جانے والے تھے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ باسی کھا لینا سنت ہے۔

(ماخوذ از روایات حضرت مستری اللہ دتہ صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 106)

اب بعض دفعہ بعض لوگ ناراض ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو خیر Pita Bread یا جو بڑی بنی بنائی روٹی ملتی ہے وہ ویسے بھی مشینوں کی بنی ہوئی بازاروں میں ہوتی ہے اور باسی ہوتی ہے لیکن پھر بھی سالن وغیرہ کے لئے بعض دفعہ ہوتا ہے لیکن باسی سالن کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انتظامیہ باسی سالن سڑا کر ان کو کھلانا شروع کر دے۔ روایات حضرت محمد علی اظہر صاحب جالندھر، مولوی غلام قادر صاحب کے بیٹے ہیں، کہتے ہیں کہ 1906ء کا جلسہ سالانہ مسجد اقصیٰ میں ہوا تھا جس کا صحن بھرتی ڈال کر بہت وسیع کر لیا گیا تھا۔ اس کے جنوب مشرقی کونے پر اس محلّہ کے ساتھ جس میں آج کل سلسلہ کے دفاتر ہیں کسی ہندو برہمن کا ایک کچا مکان تھا۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے کچھ دوست اس مکان کی چھت پر بھی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ اُس پر صاحبِ مکان نے حضرت اقدس کو اور جماعت کو گالیاں دینی شروع کیں۔ ہندو تھا گالیاں دینی شروع کر دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہوتے ہی جماعت کو صبر کی تلقین کی اور اس چھت پر جانے سے منع فرمایا۔ مزید احتیاط کے لئے منڈیر پر اونچی دیوار بنوا دی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد تار کا جنگلہ لگوا دیا گیا تا کہ کوئی دوست اس چھت پر بھول کر بھی نہ جائے۔ آخر وہ مکان برباد ہوا، وہ بھی ایک الہام تھا اور مالکوں کو اس کو فروخت کرنا پڑا اور جماعت نے وہ خریدا اور اب وہ مسجد اقصیٰ کا ایک جزو ہے۔

(ماخوذ از روایات حضرت محمد علی اظہر صاحبؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 5 صفحہ 13)

پہلے تو وہ ایک حصہ تھا صحن کے ساتھ دفاتر تھے۔ اب دو سال پہلے اللہ کے فضل سے وہاں جب مسجد اقصیٰ کی توسیع ہوئی ہے وہ سارا حصہ اس میں آگیا ہے اب مسجد کے اُس حصے میں ہی تقریباً دو اڑھائی ہزار آدمی نماز پڑھ لیتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 24/ جون 2011ء)

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ اُردو سیکھیں

سبق نمبر 4

روزنامہ الفضل کی طرف اُردو سکھانے کا مبارک سلسلہ شروع کیا جارہاہے تا مغربی ممالک کے احمدی بچے حضرت مسیح موعودؑ کی اُردو کتب سے استفادہ کر سکیں۔ (ادارہ)

کسی بھی زبان کی سب سے بنیادی اینٹ یا اکائی یعنی وہ یونٹ جس سے زبان بنتی ہے اس کے حروف تہجی ہوتے ہیں۔ آج کے سبق میں اردو کے حروف تہجی کو جاننے کی کوشش کریں گے۔ یہ بھی دیکھیں گے کہ یہ حروف کس کس زبان سے تعلق رکھتے ہیں نیز اردو زبان کو اردو کیوں کہا جاتا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے یہ بھی آج کے سبق میں شامل ہے

آزاد دائرۃ المعارف، وکیپیڈیا کے مطابق اردو زبان میں چھتیس حروفِ تہجی اور سینتالیس آوازیں ہیں جن میں سے بیشتر عربی سے لیے گئے ہیں اور دیگر انہی کی مختلف شکلیں ہیں۔ بعض لوگ 'ء' کو الگ حرف نہیں مانتے مگر پرانی اردو کتب اور لغات میں اسے الگ حرف کے طور پر لکھا جاتا ہے۔

حروف کی فہرست

اردو کے سینتیس حروف کی فہرست درج ذیل ہے

الف ('ا'): اردو میں دو قسم کے الف ہیں ایک جو مد کے ساتھ آتا ہے الف ممدوده (آ) کہلاتا ہے اور دوسرا الف مقصورہ (ا)

بے ('ب')، پے ('پ')، تے ('ت')، ٹے ('ٹ')، ثے ('ث')، جیم ('ج')، چے ('چ')، حے ('ح'): اسے حائے حطی کہا جاتا ہے۔، خے ('خ')

دال ('د')، ڈال ('ڈ')، ذال ('ذ')، رے ('ر')، ڑے ('ڑ')، زے ('ز')، ژے ('ژ')

سین ('س')، * شین ('ش')، صاد یا صواد ('ص')، ضاد یا ضواد ('ض')، طوئے ('ط')، ظوئے ('ظ')، عین ('ع')، غین ('غ')

فے ('ف')، قاف ('ق')، کاف ('ک')، گاف ('گ')، لام ('ل')، میم ('م')، نون ('ن'): اس کی دو شکلیں مستعمل ہیں۔ ایک سادہ نون 'ن' اور دوسری نونِ غنہ 'ں' جو ناک کی مدد سے نکالے جانے والی آواز ہے۔ یہ آواز فرنچ زبان میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

واؤ ('و')، ہے ('ہ'): اس کی مختلف اشکال ہیں مثلاً 'ہ' اور 'ھ' جس میں مؤخر الذکر کو دو چشمی ہے کہا جاتا ہے اور اسے اکثر مخلوط حروف بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسے چھ، کھ وغیرہ۔

ہمزہ ('ء' بعض کے نزدیک یہ ایک الگ حرف ہے جیسا کہ 'دائرہ' جیسے الفاظ میں۔ مگر یہ کئی جگہ صرف تلفظ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں اسے الگ حرف نہیں گنا جاتا

یے (چھوٹی یے) ('ی')

یے (بڑی یے) ('ے')

مثلاً 'ب' ایک حرف ہے اور ا، ب، پ تین حروف ہیں تو ایک کو حرف اور زیادی کو حروف کہتے ہیں جبکہ تمام حروف کے مجموعے کو حروفِ تہجی یا ابجد کہا جاتا ہے۔ جو اردو کے ابتدائی حروف کا ایک مخفف ہے یعنی۔۔۔ ا، ب، ج، د

اردو ترکی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مطلب ہے فوج۔ چونکہ اردو زبان مختلف زبانوں یعنی: سنسکرت یا ہندی، فارسی اور عربی وغیرہ سے مل کر بنی ہے اس لیے اسے ایک فوج سے مشابہت ہے۔ اردو کے حروفِ تہجی بھی ایک فوج کی طرح مختلف زبانوں سے لیے گئے ہیں۔

خاص عربی حروف یہ ہیں

ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ق

خاص ہندی حروف یہ ہیں

ٹ، ڈ، ڑ

خاص فارسی حروف ہیں

پ، چ، ژ، گ

بعض حروف جیسے پ، چ، ژ، گ ہندی اور فارسی دونوں میں مشترک ہیں البتہ ہندی میں 'خ' نہیں ہے جبکہ فارسی میں 'خ' ہے۔ اسی طرح بعض حروف جیسے 'غ' عربی اور فارسی میں مشترک ہیں۔

ہندی سے اردو میں بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، کھ، گھ کا استعمال بھی آیا ہے جو دو حروف جیسے ب، ھ یا ٹ، ھ سے مل کر بنتا ہے

البتہ بعض اوقات لکھنے میں فرق کرنا پڑتا ہے تا کہ 'کھا' یعنی کھاؤ اور 'کہا' یعنی کہنا سے فعل ماضی میں فرق سمجھ آسکے۔

مزید مثالیں: جہاز کو جھاز نہیں لکھا جاتا، ٹہلنا کو ٹھلنا نہیں لکھا جاسکتا، بہار کو بھار لکھنا غلط ہے جبکہ بھارت کو بہارت نہیں لکھا جاسکتا وغیرہ

نقائص

دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح اردو زبان میں بھی نقائص ہیں جیسے ایک ہی آواز کے لیے کئی حروف کا ہونا۔ جسکا باعث اردو حروف تہجی کا کئی زبانوں کے حروف سے مل کر تشکیل پانا ہے۔ یعنی جب اردو میں عربی کا لفظ آتا ہے تو وہ عربی زبان کے اصولوں کے مطابق لکھا پڑھا اور بولا جاتا ہے جیسے رضوان ایک عربی لفظ ہے اس لیے اسے رزوان یا رظوان نہیں لکھا جاسکتا بلکہ عربی قوائد کے مطابق رضوان ہی لکھنا ہو گا۔ گو آواز بظاہر ایک ہی ہے۔ اسی طرح وقاص کو وقاس نہیں لکھا جاسکتا کیونکہ وقاص بھی عربی زبان سے آیا ہے۔ اردو زبان کی اس مشکل کا حل زیادہ سے زیادہ مطالعہ اور مشق ہے۔

Like in English, Ice cream cannot be written as Ise Kream or fish cannot be written as phish or phone cannot be written as fone or tough cannot be written as touf etc

آج کے دور میں انگریزی زبان تمام دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ادویات کے نام طبی آلات کے نام، طبی اصطلاحات، بیماریوں کے نام اسی طرح کمپیوٹرز کی زبان یہ سب زیادہ تر انگریزی میں ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی اور زبان پڑھاتے وقت انگریزی کو بطور نمونہ کے پیش کیا جنا آسان ہے یعنی طلبا بہت سے بنیادی گرائمر کے اصول اور اصلاحات انگریزی زبان میں سمجھتے ہیں پس اردو پڑھانے کے لیے بھی انگریزی گرائمر کو بطور نمونہ یا پیمانہ استعمال کرنا ہو گا۔ تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ گرامر کی بعض بنیادی اصطلاحیں اردو میں کیا کہلاتی ہیں۔ خود گرامر کو اردو میں قوائدِ زبان یا صرف و نحو وغیرہ کہا جاتا ہے

Noun اسم

Subject فاعل

Object مفعول

Verb فعل

Adjective اسمِ صفت

Adverb اسمِ فعل

Past forms of the verb فعل ماضی

Present forms of the verb فعل حال

Future forms of the verb فعل مستقبل

Sentence فقرہ یا جملہ

Interrogative sentence سوالیہ یا استفہامیہ فقرہ

آج کے سبق میں اردو زبان کے قوائد میں استعمال ہونے والی چند اصطلاحات کا ذکر کیا گیا ہے انھیں یاد کرلیں

اب ہم حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس ملاحظہ کرتے ہیں۔ اردو زبان سیکھنے والوں کے لیے مشکل الفاظ ومقامات کو سلیس اردو یعنی آسان اردو میں بریکٹ کے اندر واضح کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

گناہ کی یہ حقیقت (تعریف) نہیں ہے کہ اللہ گناہ کو پیدا کرے اور پھر ہزاروں برس کے بعد گناہ کی معافی سوجھے۔

پھر آپ نے مثال دے کر فرمایا

جیسے مکھی کے دو پَر ہیں۔ ایک میں شفا اور دوسرے میں زہر۔ اس طرح انسان کے دو پر ہیں (یعنی شخصیت کے دو پہلو ہیں)۔ ایک معاصی (گناہ) کا دوسرا انجالت، توبہ، پریشانی کا۔ یہ ایک قاعدہ کی بات ہے جیسے ایک شخص جب اپنے غلام (ملازم، نوکر) کو سخت مارتا ہے (علاقے اور کلچر کے لحاظ سے جسمانی سزائیں دی جاتی ہیں تاہم مغربی ممالک میں اس پر پابندی ہے۔ یہاں اس سے مراد یہ بھی لی جاسکتی ہے کہ جب کوئی اپنے ماتحت یا نوکر کو بے عزت کرتا ہے یا اس کی سخت تذلیل کرتا ہے) تو پھر اس کے بعد سخت پچھتاتا ہے (یعنی جب غصہ اتر جاتا ہے تو اسے احساس ندامت گھیر لیتا ہے گویا (جیسے) کہ دونوں پَر (شخصیت کے دونوں پہلو) اکھٹے حرکت (کام) کرتے ہیں۔ زہر کے ساتھ تریاق (زہر کا تدارک کرنے والی دوا) ہے۔

یہاں آپ علیہ السلام خود ہی سوال اٹھاتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ زہر کیوں بنایا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ گو (یعنی ابتداً) یہ زہر ہے مگر کشتہ (کیمیائی عمل) کرنے سے حکم (تاثیر) اکسیر (فائدہ مند) کا رکھتا ہے۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو رعونت (تکبر) کا زہر انسان میں پڑ جاتا اور ہلاک ہو جاتا۔ توبہ (خدا تعالیٰ سے وعدہ کرنا کہ دوبارہ فلاں کام نہ کروں گا) اس کی تلافی (علاج) کرتی ہے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 3

مشکل الفاظ کے معنی

اس سے مراد ہے

.It means

حرف

Alphabetic letter as a, b, c

مخفف

Abbreviation

نقص

Linguistic liability

مشترک

Common

کشتہ

فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "مارا ہوا" ہے مگر طب کے شعبے میں کُشتہ اُس مخصوص مرکب کو کہتے ہیں جس میں ادویہ کو جلا کر چونا (کلس) کی طرح بنا لیا گیا ہو۔

سلطان نصیر احمد

مالی نظام

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بچوں کو بھی چندے دینے کی عادت ڈالیں

پھر آپؑ (حضرت مسیح موعودؑ) نے فرمایا کہ ’’قوم کو چاہیے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجالاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں چاہیے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے‘‘

پھر فرمایا: ’’انسان اگر بازار جاتا ہے تو بچے کی کھیلنے والی چیزوں پر ہی کئی کئی پیسے خرچ کر دیتا ہے۔ تو پھر یہاں اگر ایک ایک پیسہ دے دیوے تو کیا حرج ہے؟ خوراک کے لیے خرچ ہوتا ہے، لباس کے لیے خرچ ہوتا ہے، اَور ضرورتوں پر خرچ ہوتا ہے، تو کیا دین کے لیے ہی مال خرچ کرنا گراں گزرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ان چند دنوں میں صدہا آدمیوں نے بیعت کی ہے مگر افسوس ہے کہ کسی نے ان کو کہا بھی نہیں کہ یہاں چندوں کی ضرورت ہے۔ خدمت کرنی بہت مفید ہوتی ہے۔ جس قدر کوئی خدمت کرتا ہے اسی قدر وہ راسخ الایمان ہو جاتا ہے اور جو کبھی خدمت نہیں کرتے ہمیں تو ان کے ایمان کا خطرہ ہی رہتا ہے۔ چاہیے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک متنفس عہد کرے کہ مَیں اتنا چندہ دیا کروں گا کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دیتا ہے‘‘

پھر آپؑ نے فرمایا: ’’بہت لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ چندہ بھی جمع ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانا چاہیے کہ اگر تم سچا تعلق رکھتے ہو تو خدا تعالیٰ سے پکا عہد کر لو کہ اس قدر چندہ ضرور دیا کروں گا اور ناواقف لوگوں کو یہ بھی سمجھایا جاوے کہ وہ پوری تابعداری کریں۔ اگر وہ اتنا عہد بھی نہیں کر سکتے تو پھر جماعت میں شامل ہونے کا کیا فائدہ۔ نہایت درجہ کا بخیل (کنجوس) اگر ایک کوڑی بھی روزانہ اپنے مال میں سے چندے کے لیے الگ کرے تو وہ بھی بہت کچھ دے سکتا ہے۔ ایک ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے۔ اگر کوئی چار روٹی کھاتا ہے تو اسے چاہیے کہ ایک روٹی کی مقدار اس میں سے سلسلہ کے لیے بھی الگ کر رکھے اور نفس کو عادت ڈالے کہ ایسے کاموں کے لیے اسی طرح سے نکالا کرے۔ چندے کی ابتدا اس سلسلہ سے ہی نہیں ہے بلکہ مالی ضرورتوں کے وقت نبیوں کے زمانوں میں بھی چندے جمع کئے گئے تھے‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 361-358 جدید ایڈیشن)

پس جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بچوں، کھلونوں وغیرہ پر خرچ کر دیتے ہیں تو دین کے لیے کیوں نہیں کئے جاتے۔ تو اس وقت بھی جب بچوں پہ خرچ کر رہے ہوتے ہیں اگر بچوں کو سمجھایا جاوے اور کہا جائے کہ تمہیں بھی مالی قربانی کرنی چاہیے اور اس لیے کہ جماعت میں بچوں کے لیے بھی، جو نہیں کماتے ان کے لیے بھی ایک نظام ہے۔ تحریک جدید ہے، وقف جدید ہے۔ تو اس لحاظ سے بچوں کو بھی مالی قربانی کی عادت ڈالنے کے لیے ان تحریکوں میں حصہ لینا چاہیے۔ اس کے لیے کہنا چاہیے، اس کی تلقین کرنی چاہیے۔ جب بھی بچوں کو کھانے پینے کے لیے یا کھیلنے کے لیے رقم دیں تو ساتھ یہ بھی کہیں کہ تم احمدی بچے ہو اور احمدی بچے کو اللہ تعالیٰ کی خاطر بھی اپنے جیب خرچ میں سے کچھ بچا کر اللہ کی خاطر، اللہ کی راہ میں دینا چاہیے۔

اب عید آ رہی ہے۔ بچوں کو عیدی بھی ملتی ہے تحفے بھی ملتے ہیں۔ نقدی کی صورت میں بھی۔ اس میں سے بھی بچوں کو کہیں کہ اپنا چندہ دیں۔ اس سے پھر چندہ ادا کرنے کی اہمیت کا بھی احساس ہوتا ہے اور ذمہ داری کا بھی احساس ہوتا ہے۔ بچہ پھر یہ سوچتا ہے اور بڑے ہو کر یہ سوچ پکّی ہو جاتی ہے کہ میرا فرض بنتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر خرچ کروں، قربانیاں دوں۔

نومبائعین کو ابتدا سے چندہ کی عادت ڈالیں

پھر نومبائعین کے بارے میں فرمایا کہ بیعت کرتے ہیں اور وہ چندہ نہیں دیتے۔ ان کو بھی اگر شروع میں یہ عادت ڈال دی جائے کہ چندہ دینا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کے دین کی خاطر قربانی کی جائے تو اس سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے تو ان کو بھی عادت پڑ جاتی ہے۔ بہت سے نومبائعین کو بتایا ہی نہیں جاتا کہ انہوں نے کوئی مالی قربانی کرنی بھی ہے کہ نہیں۔ تو یہ بات بتانا بھی انتہائی ضروری ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا پھر ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے جو مالی قربانیاں نہیں کرتے۔ اب اگر ہندوستان میں، انڈیا میں اور افریقن ممالک میں یہ عادت ڈالی جاتی تو چندے بھی کہیں کے کہیں پہنچ جاتے اور تعداد بھی کئی گنا زیادہ ہو سکتی تھی۔ …

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 نومبر 2004ء، مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم، ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس (ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز) ص125 تا 127)

مالی قربانی اصلاح نفس اور قرب الٰہی کا ذریعہ

…مالی قربانی اصلاح نفس اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے، مختلف پیرایوں میں اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ پس جماعت احمدیہ میں جو مختلف مالی قربانی کی تحریکات ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے اور دلوں کو پاک کرنے کی کڑیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (الحدید: 11)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ پس اپنی زندگیوں کو سنوارنے کے لئے مالی قربانیوں میں حصہ لینا انتہائی ضروری ہے بلکہ یہ بھی تنبیہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ جیسے کہ فرماتا ہے وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ: 196)۔ اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ پس جیسا کہ میں نے کہا یہ مالی تحریکات جو جماعت میں ہوتی ہیں، یا لازمی چندوں کی طرف جو توجہ دلائی جاتی ہے یہ سب خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہیں۔ پس ہر احمدی کو اگر وہ اپنے آپ کو حقیقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے اور کرنا چاہتا ہے، اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخلصین کی ایک بہت بڑی جماعت اس قربانی میں حصہ لیتی ہے لیکن ابھی بھی ہر جگہ بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔ یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ اگر آخرت کے عذاب سے بچنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جنتوں کے وارث بننا ہے تو مال وجان کی قربانی کرو۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر تلوار کا جہاد ختم کر دیا تو یہ مالی قربانیوں کا جہاد ہی ہے جس کو کرنے سے تم اپنے نفس کا بھی اور اپنی جانوں کا بھی جہاد کر رہے ہوتے ہو۔ یہ زمانہ جو مادیت سے پُر زمانہ ہے ہر قدم پر روپے پیسے کا لالچ کھڑا ہے۔ ہر کوئی اس فکر میں ہے کس طرح روپیہ پیسہ کمائے چاہے غلط طریقے بھی استعمال کرنے پڑیں کئے جائیں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

قارئین کی آراء

جماعت احمدیہ کے موقر جریدہ روزنامہ الفضل آن لائن لندن میں شائع ہونے والے مضامین اور آرٹیکلز پر ہمارے قارئین اپنی آراء سے نوازتے رہتے ہیں۔ ان آراء کو دیگر قارئین کے لئے اخبار میں share کیا جا رہا ہے۔

- مکرمہ ناصرہ احمد کینیڈا کے اپنے اباجی مکرم چودھری بشیر احمد مرحوم پر لکھے گئے مضمون پر مکرم چوہدری عبدالباری نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے مکرم ڈاکٹر ساجد احمد (خاوند محترمہ ناصرہ موصوفہ) کے نام لکھا کہ
"عزیزہ ناصرہ صاحبہ نے نہایت خوبصورت مضمون لکھا ہے جو دل کو بہت بھایا ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ بہت اچھا لکھا ہے۔ چوہدری بشیر احمد صاحب اس سے بھی زیادہ اچھے تھے جو عزیزہ ناصرہ نے بیان کیا ہے۔"
- اسی مضمون پر مکرم مبارک احمد طاھر نے لکھا کہ
"بہت دلچسپ اور بہت مئوثر مضمون لکھا ھے۔"
- مکرمہ صفیہ سامی لندن سے لکھتی ہیں ۔ اک شجر سایہ دار ہمارے اباجی پر ناصرہ صاحبہ کا لکھا ہوا مضمون پڑھا ۔
"بہت بہت مبارک ہو بہت ہی خوبصورت یادیں سات بارج کرنے والے اپنے دیندار والد کے لئے لکھے گئے ہر ہر لفظ سے محبت اور پیار کی خوشبو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگ والدین جو ہم سب کے لئے دعاؤں کا خزانہ چھوڑ گئے ہیں کو قبول فرمائے اور درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔"
- مکرم حافظ مصور احمد مزمل مبلغ سینیگال نے مکرم سید شمشاد احمد ناصر مبلغ امریکہ کے قسط وار مضمون بابت میڈیا پر مکرم موصوف کو لکھا کہ:۔
"سوشل میڈیا سے متعلق آپ کے محررہ مضامین کی سیریز میں سے چند ایک کا مطالعہ کیا۔ بلاشبہ ان میں مبلغین کے لئے دور جدید کے حوالہ سے متعدد اُمور قابل تقلید ہیں اور تبلیغ کے نئے زاویے بھی فراہم کرتا ہے۔"
- مکرمہ مبارکہ شاہین جرمنی نے مکرمہ مبشرہ شکور کے مضمون پر لکھا کہ
"موصوفہ کی بہت پیاری اور دلچسپ یادیں پڑھیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی ٹیم کو بہترین جزائے خیر سے نوازے ۔ ہمیشہ مقبول خدمت دین کی توفیق سے نوازتا رہے ۔"
- مکرمہ امتہ الباری ناصر آف امریکہ کے آرٹیکل "میک اپ ضرور مگر" پر درج ذیل خواتین نے آ محترمہ کو مخاطب ہو کر لکھا ۔

I. مکرمہ ہاجرہ محی الدین ، کینیڈا نے لکھا کہ
" آپ کا میک اپ والا مضمون پڑھا بہت پسند آیا ۔ اللہ ماؤں کو بھی بہتر طریقے کے ساتھ سمجھانے کی توفیق دے اور بچیوں کو بھی یہ سمجھ عطا کرے ۔ آمین "
II مکرمہ صفیہ بشیرالدین سامی نے لندن سے تحریر کیا کہ
"موصوفہ ماشاء اللہ بہت اچھا لکھتی ہیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے ۔

- آرٹیکلز جو ہفتہ اور بُدھ کو باقاعدگی سے صفحہ 3 پر شائع ہوتے ہیں۔ اس پر بھی قارئین کرام کی طرف سے تبصرے ملتے رہتے ہیں۔ کانوں کی افادیت پر کسی نے لکھا، جامع مانع سیر حاصل تحریر، ایک نے لکھا جاندار تحریر۔
پھر مکرمہ امتہ الباری ناصر نے "کفارات اور درجات" آرٹیکل پر لکھا کہ
ایک ایک آرٹیکل منفرد اور خیال کے لئے اچھی خوراک ہوتا ہے۔ خاص طور پر کفارات اور درجات، مَیں نے یہ احادیث پہلے اس ترتیب سے پیش کی ہوئی نہیں پڑھی تھیں۔ "روحانی میک اپ" پر مکرمہ مبارکہ شاہین نے جرمنی سے لکھا۔ صبح سویرے پڑھ لیا تھا بہت اچھا آرٹیکل ہے۔ اللہ میاں ہمیں عمل کی توفیق دے۔ ایک قاری نے لکھا۔ روحانی میک اپ تو بہت معلوماتی اور ٹھوس مضمون بن گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو الفضل سے بھرپور استفادہ کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

(ادارہ)

ایک تصحیح

مورخہ 28 مئی 2021ء کے شمارہ میں مکرم منور علی شاہد (جرمنی) کے مضمون بعنوان 28 مئی کو دارالذکر پر دہشت گردوں کے حملے کا آنکھوں دیکھا حال میں مکرم مبشر مجید باجوہ کی بجائے مکرم مقصود احمد باجوہ پڑھا جائے۔

(ادارہ)

ضروری اعلان

قارئین، ایڈیٹر صاحب کو مخاطب کرتے وقت اخبار کا نام یوں لکھتے ہیں: روزنامہ الفضل لندن آن لائن۔ درخواست ہے کہ آئندہ سے اخبار کا مکمل نام یوں لکھا جائے: "روزنامہ الفضل آن لائن لندن"

(ادارہ)

مضمون نگار / شعراء سے درخواست

آپ اپنا مضمون یا نظم برائے اشاعت بھجواتے وقت اپنا واٹس ایپ نمبر اور فائل فوٹو بھجوانا نہ بھولیں اور کوشش کریں کہ آپ ڈاک الفضل کی ای میل info@alfazlonline.org پر بھجوائیں۔
فجزاکم اللہ خیرا

(ادارہ)

10جون 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	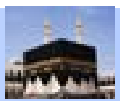	04:10	19:02
مدینہ منورہ	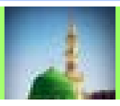	04:01	19:10
قادیان	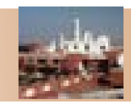	03:43	19:34
ربوہ		03:23	19:13
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:19	21:17

ایڈیٹر کے نام خط

خاکسار انجینئر محمود مجیب اصغر

یکم جون 2021ء کے الفضل میں راہیان دربار خلافت (عمر معاذ کولیبابی، صدیق دبیا اور عبد الرحمن کناتے) صاحبان کا نہایت ایمان افروز سفر پاکستان پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مقام خلافت کی شان اور عظمت اور افریقن باشندوں کا جوش ایمان اور شوق زیارت اور خلیفہ وقت کے عشق میں پر عزم اور نہایت مشکل کا سامنا کر کے بالآخر منزل مقصود پر پہنچ جانا ایک افسانہ سے کم نہیں لگتا لیکن ایک حقیقت بن کر سامنے آیا ہے اور عشق و وفا کی داستان خلافت سے محبت و وفا کے گہرے جذبات پیدا کرنے کا باعث ہوا ہے. جزاھم اللہ احسن الجزاء

یہ تینوں عشاق خلافت اب کہاں ہیں ان کی خدمت میں محبت بھرا سلام

احمد بلال مغل صاحب مبلغ سلسلہ سکاسو (مالی) کا بھی بے حد شکریہ جنہوں نے یہ مضمون شائع کروایا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔